سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۹۴

اہلِ محبت کی شان

قرآنِ پاک کی روشنی میں

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشنِ اقبال کراچی پاکستان

به فیضِ صحبتِ ابرار، یہ دردِ محبت ہے ۔۔۔ محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہے تیرے نازوں کے
به امیدِ نصیحت دوستو اِس کی اشاعت ہے ۔۔۔ جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

احقر کی جملہ تصانیف و تالیفات

مرشدنا و مولانا محی السنۃ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور

حضرتِ اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

[ضروری تفصیل]

نامِ وعظ:	اہلِ محبت کی شان (قرآن پاک کی روشنی میں)
نام واعظ:	شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دام ظلالهم علینا الیٰ مأةٍ وّ عشرین سنةً
تاریخِ وعظ:	۸ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ مطابق ۲۱ اکتوبر ۱۹۸۸ء، بروز جمعہ
وقت:	سوا گیارہ بجے صبح
مقام:	خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
موضوع:	حق تعالیٰ کے عشاق کی شان
مرتب:	سید عشرت جمیل میرؔ خادمِ خاص حضرت والا دامت برکاتہم
کمپوزنگ:	مفتی محمد عاصم صاحب مقیم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، کراچی
اشاعت اوّل:	جمادی الثانی ۱۴۳۲ھ مطابق جون ۲۰۱۱ء
تعداد:	۲۲۰۰
باہتمام:	ابراھیم برادران سلمہم الرحمن

کتب خانہ مظہری

گلشن اقبال نمبر ۲، کراچی

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اہلِ محبت کی شان

(قرآن پاک کی روشنی میں)

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قَالَ تَعَالٰی یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىٕمٍ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

[سورۃ المائدۃ، آیت: ۵۴]

دشمنانِ خدا سے محبت رکھنے کا وبال

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کچھ منافق لوگ ایسے تھے جو صحابہ میں بیٹھتے تھے لیکن خفیہ طور پر دل سے یہودیوں اور عیسائیوں سے میل ملاپ رکھتے تھے اور اس بات کا انتظار کرتے تھے کہ اگر مسلمانوں کو فتح ہوگئی تو ہم اسلام پر رہیں گے اور اگر خدانخواستہ معاملہ کچھ گڑبڑ ہوا تو یہودیوں اور عیسائیوں کے یہاں پناہ لے لیں گے۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی مفتی بغداد تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ وہ منافق خفیہ طور پر یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی معاہدہ کرتے تھے کہ اگر بھی کوئی آفت یا بلا آگئی تو ذرا ہمارا خیال رکھنا، اَتَنَصَّرُ

میں عیسائی بن جاؤں گا اور بعضے کہتے ہیں تھے کہ میں یہودی بن جاؤں گا۔ اللہ کے دشمنوں سے محبت رکھنے کا ان پر یہ وبال ہوا کہ اسلام کی تجلیات پردۂ خفا اور حجاب میں آگئیں، یہ اللہ کے دشمنوں سے دل سے میل جول رکھنے کی بدعملی کا وبال ہے۔

ایک تو ظاہری معاملات ہوتے ہیں جس کا نام مدارات ہے جو جائز ہے یعنی کافروں سے اوپر اوپر سے سلام دعا کرلی، تجارت کر لی یا کوئی اور معاملہ کرلیا، لیکن اللہ کے دشمنوں سے قلب سے محبت رکھنے کا منافقوں پر یہ عذاب ہوا کہ اسلام کے انوار ان سے مخفی ہوگئے اور وہ مرتد ہوگئے۔ اسی لیے علامہ شامی ابن عابدین نے لکھا ہے: ''مَنْ سَلَّمَ الْکَافِرَ تَبْجِیْلاً فَلَاشَکَّ فِیْ کُفْرِہٖ'' اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو اکرام سے سلام کرے تو وہ کافر ہوجائے گا۔ مسلمان کے دل میں اور اللہ کے دشمن کا اکرام! میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب میرے پاس ہندو پوسٹ مین آتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے مولوی صاحب آداب عرض تو میں کہتا ہوں کہ آ...... داب اور دل میں نیت کرتا ہوں کہ آ اور میرا پیر داب تاکہ کافر کا اکرام قلب میں نہ رہے۔ اور حضرت کے پاس ایک پنڈت آتا تھا وہ کہتا تھا کہ مولوی صاحب! بندگی تو حضرت فوراً فرماتے تھے خدا کی یعنی بندگی اللہ کے لیے ہے۔ کیا حضرات تھے یہ کہ دین کے معاملے میں کسی کی رعایت نہیں کرتے تھے۔

اس سے پہلے جو آیت نازل ہوئی ہے اس کے اندر یہ حکم تھا:

﴿یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَہُوۡدَ وَ النَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ﴾

[سورۃُ المائدۃ، آیت: ۵۱]

اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو اپنا دوست نہ بناؤ لیکن منافقین نے اللہ کی اس آیت پر عمل نہیں کیا اور آڑے وقت کے لیے منافقت کی بنا پر یہودیوں اور

نصرانیوں سے چپکے چپکے، خفیہ خفیہ ملا کرتے تھے لہٰذا اس کا عذاب یہ ہوا کہ ان کے دل پر حجابات حائل ہوگئے یعنی حق ان سے روپوش ہوگیا اور یہ غیرت کی بات ہے، جیسے جب کسی کے ماں باپ ناراض ہوتے ہیں تو کہتے ہیں کہ دیکھو مرتے وقت میرا منہ نہ دیکھنا، میرے جنازے میں بھی نہ آنا تو اللہ تعالیٰ بھی جس سے ناراض ہوتے ہیں اس سے حق کے انوار کو مخفی فرما دیتے ہیں لہٰذا ان منافقین ہی میں سے کچھ لوگ مرتد ہوگئے، ارتداد میں مبتلاء ہوگئے۔

اس حقیقت کو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں: ''فَاِنَّ مُوَالَاۃَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصَارٰی مُسْتَدْعِیَۃٌ لِلْاِرْتِدَادِ عَنِ الدِّیْنِ'' یعنی یہودیوں اور عیسائیوں سے دل سے محبت اور میل جول رکھنے کا ان منافقین پر عذاب یہ ہوا کہ ان کو دین سے پھیر دیا گیا اور اس کی مثال بہت واضح ہے۔ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب فرماتے ہیں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ مجھے پیاس لگی ہے پیاس لگی ہے، گرمی لگ رہی ہے، پنکھا کھول دو، مجھے ٹھنڈا امرنڈا پلا دو لیکن یہ بھی کہتا ہے کہ میرے چاروں طرف کوئلے کی انگیٹھی جلا دو تو آپ کیا کہیں گے؟ کہ یہ پاگل ہے تو ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے نام سے ٹھنڈک لینے والا جب گناہوں کی گرمی بھی درآمد کرے گا تو پھر اس کو سکون کیسے ملے گا؟

حواس خمسہ اور تقویٰ کا شیشہ

مجھے یاد ہے کہ جدّہ سے میرے دوست انجینئر انوار الحق میرے شیخ مولانا شاہ ابرار الحق صاحب کو اور مجھ کو لے کر حرم شریف جا رہے تھے، راستے میں گاڑی کا ائیر کنڈیشن چالو کیا مگر گرمی برابر باقی تھی، ٹھنڈک نہیں آرہی تھی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا بات ہے کہ ائیر کنڈیشن کا فائدہ محسوس نہیں ہو رہا ہے؟ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شیشہ کھلا رہ گیا ہے جب اس شیشے کو بند کر دیا گیا تو تمام کار

ٹھنڈی ہوگئی، ائیر کنڈیشن کا فائدہ شروع ہوگیا، ایسے ہی جب ہم اپنے دل میں اللہ کے ذکر کا ائیر کنڈیشن چالو کرتے ہیں، رات کو تہجد پڑھتے ہیں، ضربیں لگاتے ہیں، اللہ اللہ کرتے ہیں تو ذکر کی ٹھنڈک دل میں آتی ہے لیکن جب سڑکوں پر چلتے ہیں تو اپنی آنکھوں کا شیشہ کھول دیتے ہیں جس سے سارے انوار ضائع ہوجاتے ہیں اور قلب کو کامل ٹھنڈک وسکون نہیں ملتا۔

کار میں چار شیشے ہوتے ہیں مگر جسم میں پانچ شیشے ہیں، جسے حواسِ خمسہ کہتے ہیں یعنی لامسہ، سامعہ، شامہ، ذائقہ، باصرہ، چھونے کی، سننے کی، سونگھنے کی، چکھنے کی اور دیکھنے کی حس یہ پانچ حواسِ خمسہ ہیں، اب اگر آنکھ سے دیکھنے کی طاقت کو غلط استعمال کرلیا یعنی بدنظری کرلی، کان سے گانا سن لیا، زبان سے غیبت کردی، ناک سے حرام خوشبو سونگھ لی تو گویا جسم کی کار کا شیشہ کھول دیا جس سے قلب سے نور کی ٹھنڈک نکل جائے گی اور گناہ کی ظلمت اور گرمی داخل ہوجائے گی پس اگر ہم نے ان حواسِ خمسہ پر تقویٰ کا شیشہ نہیں چڑھایا تو اللہ کے ذکر کا پوارفائدہ نہیں ملے گا۔

ایک صاحب نے حضرت حکیم الامت تھانوی کو لکھا کہ میں اللہ اللہ کرتا ہوں اور قرآن میں وعدہ ہے کہ اللہ کا نام لینے والوں کو اطمینانِ قلب نصیب ہوتا ہے:

﴿اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾

[سورۃ الرعد، آیت:۲۸]

لیکن پھر بھی میں بے چین ہوں۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ذکر کے ساتھ ساتھ کسی نافرمانی میں بھی مبتلا ہیں، جب ذکر ناقص ہے تو اطمینان ناقص ملے گا اور اگر تقویٰ کے ساتھ اللہ کی یاد میں لگو گے تو ذکر کامل ہوگا پھر اطمینان بھی کامل نصیب ہوگا لیکن اس کا یہ مطلب

نہیں ہے کہ وہ نبی بن جائے گا، معصوم ہوجائے گا بلکہ اگر کبھی اس کا پیر پھسلے گا تو توبہ واستغفار سے اس کی تلافی کر کے اللہ سے اپنا رشتہ پھر جوڑ لے گا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے سے رشتہ جوڑنے کے لیے ہمیں توبہ واستغفار کی ایلفی دی ہے، آج کل شیشہ ٹوٹ جاتا ہے، برتن ٹوٹ جاتے ہیں، گلاس ٹوٹ جاتا ہے تو ایلفی سے جڑ جاتا ہے کہ نہیں؟ ایلفی میں اُلفت کا مادّہ ہے یعنی اگر باوجود اہتمام کے انسان سے کوئی خطا ہوگئی، سڑک چلتے ہوئے کہیں عورت کو دیکھ لیا یا جھوٹ بول دیا یا کوئی اور غلطی ہوگئی تو فوراً استغفار و توبہ سے اس کی تلافی کردو، اللہ کے سامنے رو کر اپنے گناہ کو دھو دو۔

توبہ کے آنسوؤں کی قیمت

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بوصیری رحمۃ اللہ علیہ جو صاحبِ قصیدہ بردہ ہیں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی سمندر سے نہالے تو بھی اس کے گناہ معاف نہیں ہوں گے لیکن اگر ایک قطرہ آنسو نکال دے تو سارے گناہ معاف ہوجاتے ہیں، سبحان اللہ! اور اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ آنسو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کیے جاتے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ؂

کہ برابر می کند شاہِ مجید

اشک را در وزن با خونِ شہید

وہ شاہِ مجید وہ عظمت والا اللہ ہمارے گناہوں سے توبہ کے آنسو کو خونِ شہید کے برابر وزن کرتا ہے سبحان اللہ! کیونکہ یہ آنسو پانی نہیں ہے جگر کا خون ہے، اگر پانی ہوتا تو نمکین کیوں ہوتا۔

سمندر کے پانی کے نمکین ہونے کی حکمت

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ نے سمندر کا پانی نمکین کیوں بنایا ہے؟

تو فرماتے ہیں کہ چونکہ سمندر جامد ہے، لہٰذا اس کا رُکا ہوا سارا پانی سڑ جاتا اور اتنی بدبو آتی کہ سمندروں کے کنارے جتنے ساحلی شہر ہیں ان کی آبادی کا رہنا دشوار ہوجاتا اور سب مرجاتے۔ اور سمندر بھی تو کب سے موجود ہے؟ تو بابا آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک اس کی بدبو اور تعفن کا اور اس کے انفیکشن کا کیا عالم ہوجاتا۔

دیکھو! ایک مثال سے مولویوں کو سمجھانا آسان ہے کہ جب ان سے کوئی کھال خریدنے نہیں آتا تو وہ اسے نمک لگا کر رکھ دیتے ہیں تاکہ کھال خراب نہ ہو، اور یہ مکھن بیچنے والے بھی مکھن میں نمک ڈال دیتے ہیں، جس مکھن کو دور بھیجنا ہوتا ہے اس میں نمک ملا دیتے ہیں تو نمک سے محافظت ہوجاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ سمندر میں اتنا نمک ملا کر اس کو سڑنے سے بچا لیا ورنہ ساری دنیا کے سائنس دان مل کر سمندر میں اتنا نمک نہیں ڈال سکتے تھے بلکہ یہ تو خود خدا کے پیدا کیے ہوئے نمک سے خوشہ چینی کرتے ہیں، اللہ میاں کے نمک کے خزانے سے نمک حاصل کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی ان کو نمک نکالنے کے لیے عقل دیتا ہے لیکن جب ان کی عقل کے اسکرو ڈھیلے کردیتا ہے تو وہی ایم ایس سی، ڈبل ایم اے امریکہ کی ڈگری لائے ہوئے گٹر کا پانی پیتے ہیں۔

میرے ایک دوست کا بتایا ہوا چشم دید واقعہ ہے کہ ناظم آباد نمبر چار میں ایک صاحب کے پاس امریکہ کی ڈگریاں تھیں، انہوں نے ایم ایس سی اور ڈبل ایم اے اور نجانے کیا کیا ڈگریاں لی ہوئی تھیں لیکن جب اللہ نے اسکرو ڈھیلا کردیا تو وہ گٹر کا پانی پی رہا تھا، اس کا دماغ خراب ہوگیا تھا۔ ایک خاتون نے میرے یہاں فون کیا کہ میری ایک بیٹی ہے جو ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہے لیکن دماغ صحیح نہیں ہے، کوئی نفسیاتی بیماری پیدا ہوگئی ہے، نہ نماز نہ روزہ ہر وقت سگریٹ پیتی رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود کی عظیم الشان دلیل

علامہ آلوسی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ جہاں دریا سمندر میں گرتا ہے وہ جگہ اوپر نیچے نہیں ہوتی بالکل برابر کی سطح ہوتی ہے لیکن جہاں دریا سمندر سے ملتا ہے وہاں ایک دھاگہ سا محسوس ہوتا ہے جس کے اُس طرف کا پانی کڑوا اور اِدھر کا پانی میٹھا ہوتا ہے حالانکہ پانی کی شان یہ ہے کہ اس کے اجزاء میں انضمام کی صفت ہوتی ہے ''فَاِنَّ أَجْزَاءَ الْمَآءِ مُنْضِمَامٌ'' پانی کے اجزاء میں شانِ انضمام ہے، ضم ہوجانے کی شان ہے لیکن سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے:

﴿مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○﴾

[سورۃ الرحمٰن، آیات: ۲۰-۱۹]

ترجمہ: اسی نے دو دریاؤں کو ملایا کہ باہم ملے ہوئے ہیں، ان دونوں کے درمیان میں ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے۔

میں نے الٰہ آباد میں گنگا اور جمنا کو ملتے ہوئے دیکھا ہے، جمنا کا پانی ہرا اور گنگا کا پانی سفید ہے، اب جہاں دونوں ملتے ہیں وہاں ایک دھاگہ سا محسوس ہوتا ہے، نہ ہرا پانی آگے بڑھتا ہے نہ سفید پانی اُس میں گھستا ہے، خدا کی کیا قدرت ہے!

آنسوؤں کے نمکین ہونے کی حکمت

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے آنسوؤں کو بھی اللہ نے نمکین بنایا ہے، ان آنسوؤں کو ذرا چکھ کے دیکھو۔ اگر کبھی نماز میں آنسو نکل آئیں اور منہ میں جانے لگیں تو فقہ کا مسئلہ ہے کہ ان آنسوؤں کو ہاتھ سے صاف کردو، شریعت نے اسے ضرورتِ طبعیہ میں داخل کردیا لیکن اللہ نے آنسو کو نمکین کیوں بنایا؟ تاکہ آنکھیں سڑ نہ جائیں، کیا اللہ کی شان ہے، سبحان اللہ!

تو میں عرض کررہا تھا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا کہ اگر کوئی اسلام سے اور اللہ سے فرار اختیار کرتا ہے تو اللہ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے، اس کی ذات صمد ہے اور صمد کی تعریف حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہٗ فرماتے ہیں جس کو علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں نقل کرتے ہیں کہ اللہ الصمد کے کیا معنیٰ ہیں، صمد کے معنیٰ ہیں: ''اَلْمُسْتَغْنِیْ عَنْ كُلِّ أَحَدٍ وَّ الْمُحْتَاجُ اِلَیْهِ كُلُّ أَحَدٍ'' وہ ذات جو سارے عالم سے مستغنی ہو اور ساری کائنات اور سارا عالم اس کا محتاج ہو۔

مسیلمہ کذاب کا خط حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام

لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کچھ لوگ اپنی نالائقی سے اسلام کے انوار وبرکات سے محروم ہو کر مرتد ہو رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کرے گا ''فَسَوْفَ یَاْتِیْ اللّٰهُ بِقَوْمٍ'' اس آیت کی تفسیر یہ جملہ کرتا ہے ''مَكَانَهُمْ'' ان کی جگہ پر ''بَعْدَ اِهْلَا كِهِمْ'' ان کو ہلاک کرکے یہ روح المعانی کی عبارت نقل کررہا ہوں جو تفسیر ہے اس کی، لہٰذا سن دس ہجری میں جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حیات تھے، مسیلمہ کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا کہ ''مِنْ مُّسَیْلِمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ'' مسیلمہ جو اللہ کا رسول ہے اس کی طرف سے یہ خط جارہا ہے ''اِلٰی مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں، پھر لکھتا ہے ''اِنِّیْ قَدْ اُشْرِكْتُ فِیْ اَمْرِ الرِّسَالَةِ مَعَكَ'' میں رسالت میں آپ کے ساتھ شریک کیا گیا ہوں ''فَاِنَّ لَنَا نِصْفَ الْاَرْضِ'' جو زمین فتح ہورہی ہے اس میں میرا آدھا حصہ ہے ''وَنِصْفًا لِّقُرَیْشٍ'' اور آدھا قریش کا ہے ''وَلٰكِنَّ قُرَیْشًا قَوْمٌ یَّعْتَدُوْنَ'' لیکن قریش بڑے ہی ظالم ہیں یہ مجھ کو میرا حصہ نہیں دیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک مسیلمہ کذاب کے نام

جو دو سفیر مسیلمہ کا مراسلہ لے کر سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ کیا تمہارا ابھی یہی عقیدہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم مسیلمہ کو رسول مانتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وَاللّٰہِ لَوۡلَا اَنَّ الرُّسُلَ لَا تُقۡتَلُ لَضَرَبۡتُ اَعۡنَاقَکُمَا'' اللہ کی قسم اگر سفیروں کو قتل کرنا بین الاقوامی آداب کے خلاف نہ ہوتا تو میں تمہاری گردنیں اڑا دیتا۔ اس کے بعد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا نامۂ مبارک مسیلمہ کذاب کو بھیجا ''بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ مِنۡ مُّحَمَّدٍ رَّسُوۡلِ اللّٰہِ'' محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے خط جارہا ہے، اور کدھر جارہا ہے؟ ''اِلٰی مُسَیۡلِمَۃَ الۡکَذَّابِ'' مسیلمہ کذاب کی طرف۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمین کا وارث تو اللہ ہے ''وَالۡعَاقِبَۃُ لِلۡمُتَّقِیۡنَ'' اور ان شاء اللہ انجام تو اللہ سے ڈرنے والوں کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ لہٰذا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں مُسیلمہ کذّاب پر حملہ کیا اور حضرت وحشی رضی اللہ عنہ نے اس کو قتل کیا۔

مسیلمہ کذاب کو حضرت وحشی Ý کے ہاتھوں قتل کرانے کی عجیب وجہ

دیکھئے! میں ایک بات کہتا ہوں کہ کسی کے بیٹے کی کسی نالائقی سے اس کی آبرو کو نقصان پہنچ جائے تو باپ چاہتا ہے کہ میرے بیٹے سے کوئی ایسا بڑا کام ہوجائے جس سے اس کی آبرو کے نقصان کی تلافی ہوجائے۔ بتاؤ بھئی! باپ چاہتا ہے یا نہیں چاہتا؟ باپ دعائیں مانگتا ہے کہ اے خدا! میرے بیٹے سے کوئی عظیم الشان کارنامہ کرادیجئے جس سے میرے بیٹے کی آبرو کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہوجائے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت وحشی سے ان کے ایمان

لانے کے بعد اتنا بڑا کام لیا کہ مسیلمہ کذّاب کو ان سے قتل کروایا۔ اسلام لانے سے قبل انہوں نے جنگِ اُحد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہٗ کو جو شہید کیا تھا اس کی تلافی کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان سے مسیلمہ کذاب کو قتل کروا کے عظیم الشان کارنامہ انجام دلوادیا چنانچہ حضرت وحشی رضی اللہ عنہٗ نے مسیلمہ کذاب کو قتل کرنے کے بعد فرمایا کہ ''قَتَلْتُ فِیْ جَاهِلِیَّتِیْ خَیْرَ النَّاسِ'' میں نے اپنے زمانۂ کفر میں بہترین انسان یعنی سید الشہداء حضرت حمزہ کو قتل کیا ''وَقَتَلْتُ فِیْ اِسْلَامِیْ شَرَّ النَّاسِ'' اور اسلام کی حالت میں میں نے بدترین شخص کو قتل کیا ہے ''فَتِلْكَ بِتِلْكَ'' اللہ نے اس کا بدلہ اِدھر دلوادیا۔

حسن کا انتظام ہوتا ہے
عشق کا یوں ہی نام ہوتا ہے

ورنہ ساری دنیا انہیں قیامت تک اچھی نظروں سے نہ دیکھتی لیکن جب اللہ کا فضل ہوا تو حضرت وحشی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی آبرو کو اللہ نے چمکا دیا اور پھر ان کی ہر طرف عزت ہونے لگی۔

اسی طرح حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہٗ کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں نازل فرمایا: '' وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ '' اور دوسری جگہ فرمایا ''رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ '' اللہ ان سے راضی ہوگیا تو اللہ تو ان سے راضی ہوگیا لیکن بعض نالائق اہلِ قلم اپنی نالائقی سے باز نہیں آتے، مالک تو راضی ہے اور یہ چلے ہیں ان کو اپنی عدالت میں کھینچنے اور حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جو صحابہ کی برأت اور عظمتِ شان بیان کرتے ہیں ان کو یہ نالائق وکیلِ صفائی قرار دیتے ہیں۔

اہل اللہ سے بے ادبی کا نتیجہ

اللہ تعالیٰ جس سے راضی اور خوش ہوجائے پھر پوری کائنات میں کس غلام کو حق ہے کہ اس پر اعتراض اور تنقید کرنا شروع کردے۔ جب عقل پر عذاب آتا ہے تو مقبولین بندوں پر زبان کھلتی ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہیچ قومے را خدا رُسوا نہ کرد
تا دلے صاحب دلے نامش بدرد

کسی قوم کو اللہ نے رُسوا نہیں کیا جب تک اس نے کسی اللہ والے کا دل نہیں دُکھایا، جب وہ قوم اللہ والوں کی آبرو کو نقصان پہنچاتی ہے پھر اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لیتے ہیں۔

غیبت کی حرمت میں حق تعالیٰ کی شانِ محبت کا ظہور ہے

دیکھئے! اللہ تعالیٰ نے غیبت کو اسی لیے حرام فرمایا جیسے کوئی باپ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے بیٹے کی غلطیوں کو جگہ جگہ ذکر کرے، چاہے وہ خود ڈنڈے لگا دے مگر اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ جگہ جگہ میرے بیٹے کے اس قصے کے چرچے ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے غیبت کو حرام کر کے اپنی محبت کو ابا سے زیادہ بتا دیا کہ اے میرے بندو! میں بھی اِدھر اُدھر تمہاری خطاؤں کا چرچا سننا پسند نہیں کرتا، میں خود چاہے تمہارے کان اینٹھ دوں، سزا کے طور پر تمہیں کچھ بخار نزلہ کوئی نقصان دے دوں تاکہ تمہاری غفلت دور ہوجائے لیکن میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ اِدھر اُدھر تمہاری غیبت کی جائے چاہے صحیح بات ہی کیوں نہ ہو، اسی لیے ''اَلْغِیْبَۃُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا'' غیبت کو زِنا سے بھی بدتر گناہ قرار دیا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی شانِ محبت کا عجیب اور عظیم ظہور ہے۔

قرآنِ پاک سے دلیل کہ اہلِ محبت مرتد نہیں ہو سکتے

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم مرتد ہوتے ہو ''فَسَوْفَ یَاْتِیَ اللّٰہُ بِقَوْمٍ'' اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کریں گے، اور اس قوم کی کیا شان ہوگی؟ ''یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ'' اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ یہاں ایک عظیم مسئلہ ثابت ہوا کہ اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہو سکتے، مرتد قوم کے مقابلے میں اللہ عاشقوں کی قوم لائیں گے، کیا مطلب؟ یعنی دین سے بھاگنے والے، خدا سے بے وفا، اسلام سے بے وفا قوم کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ محبت والوں کا ذکر فرمارہے ہیں، معلوم ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے نہ وہ انسانوں سے بے وفا ہوتا ہے نہ وہ اللہ تعالیٰ سے بے وفا ہوتا ہے۔

اس لیے حکیم الامت فرمایا کرتے تھے کہ جب فرصت ملے اللہ کی محبت والے بندوں میں بیٹھا کرو، اہلِ محبت کی صحبت اختیار کرو، جس شخص کو یہ شوق ہو اور اس کا ارادہ ہو کہ وہ مرتے دم تک دین پر قائم رہے اور اس کا ایمان نہ ضائع ہو اور خاتمہ ایمان پر ہو وہ خدا کے عاشقوں کی صحبت کو لازم کرلے کیونکہ جس کے دل میں اللہ کی محبت آگئی، جو اہلِ محبت ہو گیا تو اللہ نے مرتد قوم کے مقابلے میں اہلِ محبت کو بیان فرمایا ہے اور مرتدین کے مقابلہ میں اہلِ محبت کو لانا دلیل ہے کہ اہلِ محبت کبھی مرتد نہیں ہو سکتے،

خطا پر اہلِ محبت کی ندامت اور گریہ وزاری کی شان

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اہلِ محبت سے کبھی کوئی گناہ ہو ہی نہیں سکتا، کبھی غلطی ہو جانا اور بات ہے مگر پھر وہ رو رو کے اللہ کو منا بھی لیتے ہیں، ان کے آنسوؤں کو دوسری آنکھ کے آنسو نہیں پا سکتے، ان کے گریہ اور ان کی توبہ کو عوام کی

توبہ نہیں پا سکتی۔ مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

در جگر اُفتادہ ہستم صد شرر
در مناجاتم ببیں خونِ جگر

اے خدا! میری مناجات میں میرے جگر کا خون دیکھ لیجئے۔ سبحان اللہ!

در مناجاتم ببیں خونِ جگر

میری مناجات اور استغفار و توبہ میں میرے جگر کا خون شامل ہے۔ اس پر مجھے اپنا ایک اردو شعر یاد آ گیا، فرض کیجیے کہ ایک بندہ سجدے میں اپنے گناہوں کو یاد کر کے توبہ کر رہا ہے زار و قطار رو رہا ہے اب اس زمینِ سجدہ کا عالم کیا ہوگا ؎

زمینِ سجدہ پہ ان کی نگاہ کا عالم
برس گیا جو برسنا تھا مرا خونِ جگر

اور مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے دریغا اشکِ من دریا بُدے
تا نثارِ دلبرے زیبا شُدے

اے کاش کہ میرے آنسو دریا ہو جاتے تو میں اپنے اللہ کے در پر، اس کی چوکھٹ پر دریا کے دریا آنسو بہا کر اپنے مالک کو خوش کر لیتا اور ان آنسوؤں کو محبوب حقیقی تعالیٰ شانہٗ پر فدا کر دیتا۔

ایک مرتبہ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جونپور میں ایک مشاعرہ تھا جس کا مصرع طرح یہ تھا ؎

کوئی نہیں جو یار کی لا دے خبر مجھے

ہر شاعر نے اس پر اپنا اپنا مصرع پیش کیا مگر آہ! ایک بالکل نوجوان بچے نے ایسا غضب کا مصرع لگایا کہ اس کو نظر لگ گئی اور تین دن کے بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ اب وہ مصرع بھی سن لیجئے، اُس نے کہا کہ ؎

کوئی نہیں جو یار کی لادے خبر مجھے
اے سیلِ اشک تو ہی بہا دے اُدھر مجھے

خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہمارے بابا حضرت آدم علیہ السلام سے جو چوک ہوگئی تھی کہ انہوں نے گیہوں کھالیا تھا تو اس کی معافی میں رو رو کر اللہ سے معافی بھی حاصل کرلی اور خلافت اور نبوت بھی حاصل کرلی، رونے سے اپنی بندگی پر تاجِ نبوت حاصل کرلیا تھا تو بابا کی میراث یہی رونا اور آہ و زاری کرنا ہے، جیسے رونے سے بابا کا کام بنا بچوں کا کام بھی ایسے ہی بنے گا لہٰذا یاد رکھو کہ یہی رونا اور آہ وزاری کرنا ہماری مغفرت کا بڑا سامان ہے۔ اللہ کی یاد میں رونے کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

جب فلک نے مجھ کو محرومِ گلستاں کردیا
اشک ہائے خوں نے مجھ کو گل بداماں کردیا

یعنی تقدیرِ الٰہی سے جب ہم جنت سے نیچے اُتار دیئے گئے تو خون کے آنسو رونے سے، ندامت، استغفار و توبہ کرنے سے جنت ہمارے دامن میں آگئی۔ ارے جب اللہ مل گیا تو جنت تو مخلوق ہے۔ بھئی! جس کو اللہ مل گیا تو جنت کا درجہ زیادہ ہے یا اللہ کا؟ اللہ والے اللہ کو اسی دنیا میں پا جاتے ہیں مگر یہاں ایک بات سن لیجئے کہ یہاں اللہ کیسے ملتا ہے؟

اللہ والوں سے اللہ کو مانگئے

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر مٹھائی والے سے کوئی جا کر کہے کہ مجھے دو گز کپڑا دے دو تو وہ کہتا ہے کہ کیا دماغ خراب ہے؟ دماغ کے ڈاکٹر کے پاس جاؤ، مٹھائی والے سے تو مٹھائی مانگی جاتی ہے، پھر وہ کپڑے والے کے یہاں گیا اس نے کہا کہ مٹھائی دے دو تو کپڑے والے نے بھی کہا کہ کیا دماغ خراب ہوگیا ہے؟ ارے بھئی جاؤ مٹھائی

والے کے یہاں۔ تو میرے مرشدِ اوّل حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ لوگ امرود والے سے امرود، کباب والے سے کباب، کپڑے والے سے کپڑا اور مٹھائی والے سے مٹھائی مانگتے ہیں مگر جب اللہ والے کے پاس جاتے ہیں تو وہاں جا کر اللہ نہیں مانگتے، کہتے ہیں کہ چل کر فیکٹری میں قدم رکھ دو وہاں برکت ہوجائے گی، مولانا صاحب مقدمہ ہے کوئی تعویذ دبا دو تا کہ جیت جاؤں یا فلاں جگہ رشتہ لگ رہا ہے کوئی ایسا وظیفہ بتاؤ کہ لڑکی بھی مجبور ہوجائے اوراس کے ماں باپ بھی رشتہ دینے پر مجبور ہوجائیں یعنی وہاں جا کر کوئی یہ نہیں کہتا کہ آپ اللہ والے ہیں تو ہمیں اللہ کی محبت سکھا دیں۔

تو جو شخص کسی اللہ والے سے یا ان کے غلاموں سے، ذرا یاد رکھنا یہ الفاظ، بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ میں ہر وقت جو اللہ والا کہتا ہوں تو اپنی طرف اشارہ کرتا ہوں یعنی نعوذ باللہ اللہ والا ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں، ایسا شخص مجھ پر الزام لگا تا ہے، اس لیے میں کہہ دیتا ہوں کہ میں اللہ والا ہوں یا نہیں ہوں لیکن میری اللہ والوں کی غلامی تو ثابت ہے، دنیا جانتی ہے کہ میں نے شاہ عبدالغنی کے ساتھ ایک زمانہ گذارا ہے، میری اللہ والوں کی غلامی میں شک وشبہ نہیں، اس کی بے شمار شہادتیں کراچی میں بھی موجود ہیں۔

اسی لیے کہتا ہوں کہ جو اللہ والوں کے پاس یا اللہ والوں کے غلاموں کے پاس گیا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں سیکھی، ساری زندگی خانقاہ میں بریانی اور شامی کباب اُڑا تا رہا اس نے حق ادا نہیں کیا، اس نے اللہ والوں سے اکیلے میں کبھی یہ نہ پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ اللہ کی محبت اور اللہ کیسے ملتا ہے؟ بس چاہتے ہیں کہ تعویذوں اور وظیفوں سے سب لوگ ولی اللہ ہوجائیں، ولی اللہ بننے کے لیے مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، اللہ کا ذکر کرنا پڑتا ہے، گناہ چھوڑنے پڑتے ہیں، صحبتیں اُٹھانی پڑتی ہیں۔

آیت مبارکہ میں یُحِبُّوْنَہٗ پر یُحِبُّھُمْ کی تقدیم کی وجہ

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ'' اللہ محبت کرتا ہے ان سے، اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں اللہ نے اپنی محبت کو پہلے بیان کیا اور اپنے بندوں کی محبت کو مؤخر کردیا یُحِبُّھُمْ اللہ ان سے محبت کرے گا وَیُحِبُّوْنَہٗ یہ لوگ اللہ سے محبت کریں گے۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کو پہلے کیوں بیان کیا ''لِأَنَّھُمْ یُحِبُّوْنَ رَبَّھُمْ بِفَیْضَانِ مَحَبَّۃِ رَبِّہِمْ'' یعنی اللہ نے اس لیے اپنی محبت کو پہلے بیان کیا کہ یہ لوگ اللہ کی محبت کے صدقے اور طفیل میں اللہ سے محبت کرتے ہیں، اس لیے اللہ نے اپنی محبت کو پہلے بیان کردیا کہ اگر کوئی شخص مجھ سے محبت کرے تو ناز نہ کرے کیونکہ تم مجھ سے میری محبت کے صدقے میں محبت کرتے ہو۔ جگر کا شعر ہے ؎

میری طلب بھی کسی کے کرم کا صدقہ ہے
قدم یہ اُٹھتے نہیں ہیں اُٹھائے جاتے ہیں

دیکھیے! تفسیر روح المعانی سے تصوف کے مسائل کو مُدلّل کررہا ہوں۔ الحمدللہ! الٰہ آباد میں میرا بیان ہوا، وہاں فارسی اور اسلامیات کے بڑے ٹیچر اور امریکہ سے سائنس کی ڈگریاں لینے والے ایک پروفیسر کہنے لگے کہ آج سمجھ میں بات آئی کہ تصوف قرآن وحدیث سے ثابت ہے ورنہ میں ایرانیوں کے اختلاف عرض کرتا۔ الحمدللہ! ان کے عقیدہ کی اصلاح ہوگئی۔

کراچی میں بابا نجم احسن صاحب ایک بزرگ تھے، ان کا یہ شعر یاد آگیا ؎

محبت دونوں عالم میں یہی جاکر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اُسی کو یادِ یار آئی

اہلِ محبت کے بعض واقعات

ایک بزرگ ایک باندی خرید کر لائے رات کو آنکھ کھلی تو دیکھا کہ باندی تہجد پڑھ رہی ہے۔ شیخ جاگ رہے تھے مگر اٹھنے میں تھوڑی سستی تھی کیونکہ ان کے اٹھنے کا وقت چار بجے تھا۔ تو دیکھا کہ تہجد پڑھ کر باندی یہ دعا مانگ رہی ہے کہ اے خدا! آپ کو جو مجھ سے محبت ہے اس کے صدقے اور طفیل میں میرا کام بنا دیجیے۔ بزرگ نے اعتراض کیا کہ اے باندی! تو نے یہ کیسے کہا کہ اے خدا آپ کو مجھ سے جو محبت ہے؟ تجھے کیا معلوم کہ خدا کو تجھ سے محبت ہے؟ یہ کہو کہ اے خدا مجھے جو آپ سے محبت ہی کیونکہ تجھے تو اپنی محبت کا علم ہے لیکن ظالم خدا کی محبت کا تجھ کو کیسے علم ہوا جو تو یہ کہہ رہی کہ اے اللہ آپ کو جو مجھ سے محبت ہے اس کے صدقے میں میرا کام بنا دیجئے۔ تو اس نے کہا کہ حضرت! میں آپ کی خادمہ ہوں لیکن اگر اجازت ہو تو اس کا جواب دوں؟ فرمایا کہ ہاں بے تکلف جواب دو، اس نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو خدائے تعالیٰ آپ سے دو گھنٹہ پہلے مجھے اپنے پاس بلا کر اپنے سامنے کیوں کھڑا کیے ہوئے ہیں، اپنی یاد میں کیوں لگائے ہوئے ہیں؟

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ تابعی ہیں، تسبیح لے کر اللہ اللہ کر رہے تھے، خادموں سے فرمایا کہ میرا خدا مجھے یاد فرما رہا ہے، خادم کہنے لگے کہ حضرت آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یاد فرما رہے ہیں؟ کیا حضرت کو الہام ہوا ہے؟ فرمایا کہ نہیں اللہ نے قرآنِ پاک میں فرمایا ہے کہ:

﴿فَاذْكُرُونِىٓ أَذْكُرْكُمْ﴾

[سورۃُ البقرۃ، آیت: ۱۵۲]

تم لوگ مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، تو جب انہوں نے مجھے اپنی یاد میں لگا رکھا ہے تو ضرور مجھے یاد کر رہے ہیں کیونکہ قرآن پاک تو غلط نہیں ہوسکتا۔

''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ'' تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اس آیت کی حکیم الامت نے عجیب تفسیر کی ہے کہ ''فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَيْ بِالْاِطَاعَةِ'' تم ہمیں یاد کرو اطاعت سے ''اَذْكُرْكُمْ اَيْ بِالْعِنَايَةِ'' ہم تمہیں یاد کریں گے اپنی عنایت سے، یہ بیان القرآن کی تفسیر ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے۔ تو حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر خدا مجھے یاد نہ کرتا تو میں اس کو یاد نہ کرتا، جب میں ان کو یاد کر رہا ہوں تو یقیناً وہ بھی مجھے یاد کر رہے ہیں۔

حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے کہا کہ میں اللہ اللہ کرتا ہوں لیکن معلوم نہیں کہ میرا ذکر قبول بھی ہے یا نہیں؟ حضرت نے فرمایا کہ اللہ جب پہلی دفعہ اللہ کہنے کو قبول کرتا ہے تب دوسری دفعہ اللہ کہنے کی توفیق دیتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ معلوم نہیں میری نماز قبول ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ تم کسی بادشاہ کے دربار میں جاؤ اور اسے تمہارا آنا پسند نہ ہو تو وہ بادشاہ تم کو دوبارہ اپنے دربار میں گھسنے دے گا؟ لہٰذا جب اللہ فجر کے بعد ظہر پڑھوا دے تو سمجھ لو فجر قبول ہو گئی اور عصر کے بعد مغرب پڑھوا دے تو سمجھ لو کہ عصر قبول ہو گئی ورنہ اللہ اپنے گھر میں داخل بھی نہ ہونے دیتا۔ سبحان اللہ! یہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا جواب ہے۔

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سنقر ایک غلام تھا اور نمازی تھا اور اس کا مالک بے نمازی تھا، مالک نے سبزی خرید کر اس کے سر پر رکھی، وہ اذان سن کر مسجد چلا گیا، اب مالک صاحب مسجد کے باہر انتظار کر رہے ہیں، سب نمازی آ گئے مگر اس نے دیر لگا دی، اس کو مناجات میں، دعا میں مزہ آ گیا وہ بھول ہی گیا کہ میں کیا ہوں اور کہاں ہوں ؎

اب نہ کہیں نگاہ ہے اب نہ کوئی نگاہ میں
محو کھڑا ہوا ہوں میں حسن کی بارگاہ میں

اب مالک صاحب کہتے ہیں ارے سنقر !سارے نمازی تو آ گئے تو کیوں نہیں آ رہا ہے؟ اس نے کہا مجھ کو آنے نہیں دے رہے ہیں۔ مالک نے کہا کہ تنخواہ تو میں دیتا ہوں، تجھ کو کون باہر نہیں آنے دے رہا ہے۔ کہا کہ جو تجھ کو اندر نہیں آنے دے رہا ہے وہ مجھ کو باہر نہیں آنے دے رہا ہے۔

دوستو! اس روئے زمین پر کوّا گو کھاتا ہے اور ہنس موتی چگتا ہے، اسی روئے زمین پر لوگ کچھ گندے گندے کام کر رہے ہیں اور اسی روئے زمین پر کچھ لوگ مناجات اور اللہ کی یاد میں مشغول ہیں، یہ شاہراہ ہے، اس پر بادشاہ بھی چل رہا ہے، کتا بھی چل رہا ہے، چمار بھی چل رہا ہے، وزیر اعظم بھی چل رہا ہے، یہ دنیا عجیب جگہ ہے، جیسے ریل میں مجرم بھی جا رہا ہے اور بادشاہ بھی جا رہا ہے۔ آپ دیکھتے نہیں ہیں کہ کبھی ریل کے ڈبے میں ہتھکڑی لگا ہوا مجرم بھی جا رہا ہے جبکہ اسی ریل میں شریف لوگ بھی ہیں۔

مشاہدہ بقدر مجاہدہ

اس روئے زمین پر جس کو اللہ اپنا نام لینے کی اور گناہ سے بچنے کے مجاہدہ کی توفیق دے دے تو سمجھ لو کہ اللہ اس کو اپنا بنا رہا ہے۔ آہ! خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کا مجاہدہ جتنا زیادہ ہوتا ہے، جس کو اللہ کے راستے میں شدید مجاہدہ ہوتا ہے، جس کو ہر وقت جائز و ناجائز کی فکر رہتی ہے، اس کا نفس ہر وقت اس کو پریشان رکھتا ہے، اس کی محبت کا یہ مقام ہوتا ہے ؎

ہے شوق و ضبطِ شوق میں دن رات کشمکش
دل مجھ کو میں ہوں دل کو پریشاں کئے ہوئے

لیکن علماء دین اور بزرگانِ دین قرآن و حدیث کی روشنی میں فرماتے ہیں کہ جو جتنا غم اللہ کے راستے میں اٹھائے گا اتنا ہی زیادہ اللہ اس کو اپنا نور اور اپنی محبت

عطا کرے گا، کسی کو گناہ چھوڑنے میں جتنا غم ہوگا بقدرِ غم ان شاء اللہ اس کو اللہ کے یہاں سے انعام ملے گا۔ اس لیے اللہ کے راستے کے غم کو خوشی خوشی سر پر رکھ لو۔ مجھے حیدر آباد دکن کا اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

ہائے جس دل نے پیا خونِ تمنا برسوں
اس کی خوشبو سے یہ کافر بھی مسلماں ہوں گے

اور اس کی خوشبو سے مسلماں بھی مسلماں ہوں گے یعنی ناقص مسلمان کامل مسلمان ہوجاتا ہے، مجھے آج سے بیس سال پہلے رمضان شریف کا اپنا ایک شعر یاد آیا ؎

وہ دل جو تیری خاطر فریاد کر رہا ہے
اُجڑے ہوئے دلوں کو آباد کر رہا ہے

جو دل خدا کی یاد میں غمزدہ ہے اور رو رہا ہے تو جو لوگ اس کے پاس رہتے ہیں وہ اپنے دل میں آبادی اور اللہ کی محبت کے انوار محسوس کرتے ہیں، دل سے دل بنتے ہیں، دل دل بناتا ہے۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو کسی حسین کی طرف کشش ہوتی ہے تو میں اللہ کے خوف سے نظر نیچی کرلیتا ہوں۔ اور جب کسی حسین کا سامنا ہوا اور خواجہ صاحب نے نظر نیچی کی تو آسمان کی طرف دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے خطاب کرکے فرماتے ہیں ؎

بہت گو ولولے دل کے ہمیں مجبور کرتے ہیں
تری خاطر گلے کا گھونٹنا منظور کرتے ہیں

اس کو عشق کہتے ہیں۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا کمال تھا، اپنا باطنی مجاہدہ بیان کر گئے، اللہ والے کبھی کبھی اپنے راز کو فاش کر دیتے ہیں، یعنی کبھی کبھی اپنا راز آؤٹ کر دیتے ہیں۔ اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

درد یہ اور کو ملتا تو وہ مر ہی جاتا
کر کے نالہ بھی مجھے نازِ شکیبائی ہے

یعنی مجھے آہ ونالہ کر کے بھی اپنے صبر پر ناز ہےاور فرمایا کہ ؎

پتہ چلتا کہ غم میں زندگی کیوں کر گذرتی ہے
تیرے قالب میں کچھ دن کو مری جانِ حزیں ہوتی

اہل اللہ سے بے تعلقی کا انجام اور اہل اللہ سے وابستگی کا انعام

جو مسٹر بالکل آزاد ہے اس کو کیا پتہ کہ اللہ کے راستہ میں کیا غم اٹھانا پڑتا ہے ۔ وہ تو مثلِ سانڈ کے جس کھیت میں دل چاہا منہ مارلیا اور ڈنڈے کھا رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ آزادی میں بڑا مزہ ہے، ہم کسی کے ساتھ نہیں جُڑیں گے، شیخ وغیرہ کے ساتھ جُڑنے سے وہ گھبراتا ہے، کہتا ہے کہ دیکھو جو بیل کھونٹے پر بندھتا ہے وہ ہر وقت بندھا رہتا ہے اور سانڈ کیسے مزے کرتا ہے لیکن پتہ نہیں کہ سانڈ جب مرتا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں کراتا، اسے چیل کوّے کھاتے ہیں کیونکہ اس کا کوئی مالک نہیں ہے، اس کا کسی سے تعلق نہیں ہے اور وہ ہر کھیت میں کسان کا ڈنڈا کھاتا ہے، اس کی کھال دیکھ لو سلامت نہیں ہوتی، دنیا میں ایسا کوئی سانڈ نہیں جس کی کھال پر ہزاروں لاٹھیاں نہ پڑی ہوں لیکن جو بیل کسی کے کھونٹے سے بندھا ہے تو اس کا مالک اس کو چارہ بھی دیتا ہے اور صبح شام کھونٹا بھی بدلتا ہے، اسے رحم آتا ہے کہ میرا جانور دن بھر یہاں بیٹھے بیٹھے تھک گیا ہوگا اب اس کو دوسری جگہ باندھ دیا، اور جب بیمار ہوجاتا ہے تو دوا بھی لاتا ہے، مویشی ہاسپٹل لے جاتا ہے اور اگر مرجاتا ہے تو روتا بھی ہے جبکہ سانڈ کے مرنے پہ کوئی نہیں روتا۔

جو لوگ اللہ والوں سے وابستہ ہیں جب ان کا انتقال ہوتا ہے تو کتنے

اللہ والے روتے ہیں اور جس اللہ والے کی مجلس میں جایا کرتا تھا وہ بھی روتا ہے کہ یااللہ میرے پاس آتا رہتا تھا آپ اس کو محروم نہ فرمایئے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جو کانٹے پھولوں کے ساتھ وابستہ ہیں ان کو باغباں گیٹ آؤٹ نہیں کرتا جیسے گلاب کے کانٹے، اور جو خالص کانٹے ہیں ان کو باغ سے نکال دیتا ہے۔ اس لیے کہ اگر تم خار ہو تو پھولوں کے دامن میں لگے رہو۔ مجھے اپنے دو شعر یاد آئے ؎

مجھے احساس ہے تیرے چمن میں خار ہے اخترؔ
مگر خاروں کا پردہ دامنِ گل سے نہیں بہتر
چھپانا منہ کسی کانٹے کا دامن میں گلِ تر کے
تعجب کیا چمن خالی نہیں ہے ایسے منظر سے

دوستو! بزرگوں کے ساتھ لگے رہنا بہت بڑی نعمت ہے چاہے بالکل پاس نہ ہوسکو، بہت بڑے ولی اللہ نہ بن سکو لیکن ان شاء اللہ تعالیٰ ناکام نہیں رہو گے۔ حافظ عبدالولی صاحب بہرائچی نے مجھے اپنا ایک خط دکھایا جو انہوں نے حکیم الامت کو لکھا تھا کہ حضرت میں تو ناقص کا ناقص رہا، مجھے تو آپ کے تعلق سے کوئی خاص مقام نہیں ملا، میں تو ویسا ہی نالائق کا نالائق رہا، نہ جانے میدانِ حشر میں میرا کیا حال ہوگا۔ تو حضرت حکیم الامت نے لکھا کہ ان شاء اللہ بہت اچھا حال ہوگا، اگر کاملین میں سے نہ اٹھائے گئے تو تائبین میں سے ضرور اٹھائے جاؤ گے اور یہ بھی کم نعمت نہیں ہے یعنی جو لوگ صالحین کے ساتھ جڑے رہتے ہیں ان کو آخر میں توبہ ضرور نصیب ہوجاتی ہے، اللہ اپنے فضل سے کامیاب کردے گا، توفیقِ توبہ سے ان کا کام بنا دے گا، تائبین بھی اللہ کے محبوب ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ﴾
[سورۃ البقرۃ، آیت: ۲۲۲]

جس طرح سے وہ متقی جس نے کبھی کوئی گناہ نہیں کیا تو جتنا وہ محبوب ہوتا ہے توبہ کرنے والوں کو بھی اللہ تعالیٰ ویسا ہی محبوب بنا دیتا ہے بلکہ بعض وقت جن سے کبھی کوئی خطا نہیں ہوئی ان میں تقویٰ کے تسلسل سے ناز اور تکبر پیدا ہو گیا اور ایسے مقام پر خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

نازِ تقویٰ سے تو اچھا ہے نیازِ رِندی
جاہِ زاہد سے تو اچھی میری رسوائی ہے

کیا مطلب؟ اس میں ندامت کا احساس زیادہ ہے توبہ کے معنی گناہوں پر جری ہونا نہیں ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ گناہ کر کے ندامت حاصل کرو۔ جان بوجھ کر زہر کھا کر علاج نہیں کیا جاتا اور مرہم کو آزمانے کے لیے ہاتھ آگ میں جلا کر مرہم نہیں لگایا جاتا، توبہ کا مرہم اللہ نے ایمرجنسی کے لیے دیا ہے مگر دوستو! توبہ کی ضرورت سب کو ہے، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں دن میں سو بار توبہ کرتا ہوں، توبہ کی ضرورت اہل اللہ کو بھی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو محبوب بھی فرماتے ہیں: ''اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ'' یُحِبُّ مضارع کا صیغہ ہے یعنی اس وقت بھی محبت فرماتے ہیں اور آئندہ بھی فرماتے رہیں گے۔ خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہرحال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

گناہ کو چھوڑ و اللہ کو نہ چھوڑ و

یعنی کسی کی توبہ بار بار ٹوٹتی ہے، وہ بے چارہ کوشش کرتا ہے لیکن پھر پیر پھسل جاتا ہے اور توبہ ٹوٹ جاتی ہے تو خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ گناہ کو نہ

چھوڑا اللہ میاں کو چھوڑ دیا، بعضوں کو شیطان ایسا بے وقوف بناتا ہے کہ میاں تم سے تو گناہ نہیں چھوٹتے لہٰذا تمہارا خانقاہوں میں جانا بے کار ہے، اللہ اللہ کرنا اور ڈاڑھی وغیرہ رکھنا بے کار ہے۔ اس کو سن لیجئے کہ بے کار نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت کے ملفوظ کو خواجہ صاحب نے اپنے اشعار میں پیش کر دیا۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

کیوں صاحب! بری بات یعنی گناہ تو نہ چھوڑا اور اپنے اللہ کو چھوڑ دیا، یہ بندہ کتنا نالائق ہے، بھئی اگر چھوڑنا ہی تھا تو گناہ چھوڑتے لیکن جو چھوڑنے کی چیز تھی اس کو تو نہ چھوڑا اور اپنے اللہ کو چھوڑ دیا۔ خدا کو چھوڑ کر کہاں جاؤ گے؟ کیا کوئی اور بھی خدا ہے؟

ایک بزرگ کی اللہ تعالیٰ سے محبت کا واقعہ

ان بزرگ کے واقعہ کو یاد کرلو جن کی تہجد قبول نہیں ہوئی تھی، آسمان سے آواز آئی کہ تمہاری تہجد قبول نہیں ہے لیکن پھر بھی پڑھ رہے ہیں، خادم نے کہا کہ حضرت میں ایک آواز روزانہ سنتا ہوں کہ تمہاری تہجد قبول نہیں پھر آپ راتوں کو کیوں اٹھتے ہیں؟ آرام سے ٹانگ پھیلا کر سوئیں۔ وہ بزرگ یہ بات سن کر رونے لگے، فرمایا کہ بیٹا بات یہ ہے کہ میرا ایک ہی اللہ ہے، ہم اس کی چوکھٹ پر پڑے ہوئے ہیں، قبول کرنا ان کا کام ہے، ہمارے پاس جو سر ہے وہ ہم ان کی چوکھٹ پر رکھتے ہیں، اگر دو خدا ہوتے تو میں دوسرے کے پاس چلا جاتا اور اس خدا کو چھوڑ دیتا جو میری نماز قبول نہیں کر رہا ہے لیکن میرا ایک ہی تو

اللہ ہے، وہ قبول کرے یا نہ کرے ہمیں تو انہی کی چوکھٹ پر پڑے رہنا ہے۔
بس دوسرے ہی دن آواز آ گئی ؂

قبول است گرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہِ دگر نیستت

اے شخص تیری ساری تہجد قبول ہے، اگرچہ تو نالائق ہے مگر جانتا ہے کہ میرے سوا تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ ہمیں کوئی بتائے کہ اللہ کے سوا کوئی ٹھکانہ ہے؟ ؂

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دِکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجاہدے کے غم کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں حالانکہ دوستو! اللہ والوں کو جو ہر وقت جائز ناجائز کی فکر ہے، پریشانی ہے اس پر فرماتے ہیں ؂

پتہ چلتا کہ غم میں زندگی کیوں کر گذرتی ہے کو
تیرے قالب میں کچھ دن کو مری جانِ حزیں ہوتی

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ اے معترض! اے زاہدِ خشک! اگر میری جان تیرے جسم میں ڈال دی جائے تو تجھے پتہ چل جائے کہ حرام خواہش کو دبانے میں کیا غم ہوتا ہے لیکن اللہ کریم ہے، جو اپنی ایک حرام خواہش کا بھی خون کرتا ہے اللہ اس کو خوں بہا دیتا ہے، بصارت کی لذت کو اللہ کے راستے میں دینے پر بصیرت کی حلاوتِ ایمانی کا وعدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے تین طریقے

تو اللہ تعالیٰ نے مرتد قوم کے مقابلے میں اپنے عاشقوں کو بیان کیا، محبت کرنے والوں کو بیان کیا ''یُحِبُّھُمۡ وَیُحِبُّوۡنَہٗ'' اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرتے

ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ میں ہمیشہ ایمان پر قائم رہوں اور ایمان پر مروں اور خدا کا باوفا بندہ بنوں تو دوستو! اس کے لیے اللہ کی محبت سیکھیے۔ حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ خالی باتیں بنانے سے اللہ کی محبت نہیں ملتی بلکہ اللہ کی محبت تین طریقے سے آتی ہے:

پہلا طریقہ......ذکر اللہ کا اہتمام

نمبر ایک ذکر اللہ کے اہتمام سے اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ پس شیخ جو ذکر بتادے اس کو پابندی سے پورا کرو ؎

کامیابی تو کام سے ہوگی
نہ کہ حسنِ کلام سے ہوگی
ذکر کے التزام سے ہوگی
فکر کے اہتمام سے ہوگی

خالی باتیں بنانے سے اللہ کی محبت نہیں ملتی، اللہ کے ذکر سے اللہ ملتا ہے۔ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جوانی میں ایک بزرگ کے پاس گئے اور کہا کہ حضرت اللہ کی محبت کیسے ملتی ہے؟ فرمایا کہ مولوی اشرف علی! چونکہ وہ بزرگ عمر میں بڑے تھے اس لیے مولانا یا حضرت نہیں کہا، بھئی بابا کو القاب لگانے کی کیا ضرورت ہے۔ تو فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو ملو، مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ کو رگڑا گرمی پیدا ہوئی، عرض کیا کہ حضرت ہاتھ گرم ہوگئے، فرمایا ابھی اور رگڑو، ہاتھ اور گرم ہوگئے، پھر فرمایا کہ اور رگڑو، اور رگڑ کے کہا کہ حضرت اب تو ہتھیلی آگ ہوگئی ہے، ہتھیلی میں آگ لگ رہی ہے، اب برداشت نہیں ہے، فرمایا کہ ایسے ہی جب اللہ اللہ کہتے رہو گے تو یہ رگڑ دل پر لگتی ہے اور ان شاء اللہ اسی سے دل میں اللہ کی محبت کی آگ لگ جائے گی۔

دوسرا طریقہ……اللہ تعالیٰ کے انعامات کو یاد کرنا

اب طریقہ نمبر دو سن لیجئے کہ اللہ کے انعامات کو سوچئے کہ اللہ نے ہمیں انسان بنایا، مسلمان بنایا، اندھا، لنگڑا، لولا نہیں پیدا کیا، جن کے گردے خراب ہیں ہسپتالوں میں جا کر ان سے پوچھو کہ چار چار لاکھ روپے خرچ ہو گئے، شکر کرو کہ اللہ نے سلامتی دی، ان کے احسانات سوچو کہ زندگی دی، مکان دیا، بیوی، بچے دئے کیا کیا نعمتیں دیں اور سب سے بڑی نعمت نیک بندوں کی صحبت نصیب فرمائی۔

دیکھئے علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً'' کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ دنیا کی حَسَنَۃً میں اللہ والوں کی صحبت بھی آ گئی، جس کو نیک بندوں کی صحبت حاصل نہیں وہ کتنا ہی تہجد گذار ہو جائے ''رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً'' میں اس کا شمار نہیں ہوسکتا۔ تو ذکر اللہ کا التزام اور اللہ تعالیٰ کا نام لینا ایک نمبر ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے انعامات سوچنا دو نمبر ہو گئے۔

تیسرا طریقہ……اہل محبت کی صحبت

نمبر تین غضب کا نمبر ہے، اگر وہ نہیں ہے تو دونوں نمبر گڑ بڑ ہیں، اور وہ ہے اہلِ محبت کی صحبت میں آنا جانا رکھے۔ جن لوگوں نے اہل محبت کی صحبتیں اٹھائیں وہ بھی اہل محبت ہو گئے، ان کو بھی اللہ کی محبت حاصل ہو گئی۔

جعلی درویشوں اور اصلی اہل محبت کی پہچان ایک تمثیل سے

اب آپ کہیں گے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ کون اہلِ محبت ہے، آپ اس کے پاس کچھ دن رہو پھر دیکھو کہ یہ کتنی دیر دنیا کی بات کرتا ہے اور کتنی دیر اللہ کی بات کرتا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ کبھی کبھی سانپ مچھلی پن دکھا دیتا ہے، جب سانپ دیکھتا ہے کہ مچھلیوں کی بڑی عزت ہو رہی ہے اور مجھے بہت جوتے

مارے جاتے ہیں تو وہ بھی مچھلیوں کی نقل کرتا ہے لیکن مولانا فرماتے ہیں کہ کچھ دن کے بعد جب تماشائی چلے گئے تو چونکہ وہ پانی کا جانور تو ہے نہیں، زیادہ دیر پانی میں رہنے سے اس کو ملیریا چڑھ جاتا ہے، بخار آجاتا ہے پھر وہ جلدی سے خشک بل میں گھس جاتا ہے تو فرمایا کہ جو اہل اللہ کی نقل کرنے والے ہیں وہ موسمی ہوتے ہیں، تھوڑی دیر نقل دکھائیں گے اس کے بعد پھر چھپ کر اخبار اور ڈائجسٹ پڑھیں گے اور ٹی وی اور وڈیو دیکھیں گے۔ لہٰذا مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دائم اندر آب کارِ ماہی است
مار را با او کجا ہمراہی است

ہر وقت پانی میں رہنا مچھلیوں کا کام ہے، سانپ اگر لاکھ مچھلی پن دکھادے لیکن مچھلی کی طرح ہر وقت پانی میں نہیں رہ سکتا۔ تو پر سنٹیج نکالو اور دیکھو کہ ان کے منہ سے کتنا دین نکلتا ہے اور کتنی دنیا نکلتی ہے، بس پتہ چل جائے گا، ہفتہ دس دن آزماؤ اور اگر وہاں دل نہ لگے اور معلوم ہو کہ یہ شخص ولی اللہ نہیں تو کسی دوسرے اللہ والے کو تلاش کرو۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب مجنوں کی لیلیٰ مرگئی تو بستی والوں نے اسے قبرستان کا پتہ نہیں دیا اور لیلیٰ کے ابا نے بھی منع کر دیا کہ بھئی اسے مت بتانا ورنہ قبر کھود کر میری بیٹی کو نکال لے گا، پاگل تو پاگل ہے لہٰذا اسے لیلیٰ کی موت سے بے خبر رکھا گیا، پانچ چھ مہینے کے بعد چند شریر لڑکوں نے اس کے کان میں کہہ دیا کہ ارے تیری لیلیٰ تو قبر میں گئی، اس نے کہا کہ اچھا! بس جناب وہ قبرستان گیا اور ہر قبر کی مٹی کو سونگھا، جب لیلیٰ کی قبر پر گیا تو مٹی سونگھ کر بتادیا کہ میری لیلیٰ یہاں ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مجنوں تو دنیا کا پاگل تھا پھر بھی اس نے قبر سونگھ کر بتادیا کہ میری لیلیٰ یہاں ہے ؎

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
بوئے مولیٰ را بیابم بے خطا

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ مثل مجنوں کے میں بھی ہر مٹی کو سونگھتا ہوں یعنی جسم کو، کہ جسم بھی تو ایک قبر ہے، میں اس کو سونگھ کر دیکھتا ہوں کہ کسی کا دل ایسا تو نہیں جس میں مولیٰ ہو، جیسے مجنوں نے لیلیٰ کی تلاش میں قبر سونگھی تو مولانا رومی فرماتے ہیں کہ میں بھی اپنے مولیٰ کی تلاش میں ہر انسان کو سونگھتا ہوں، جس کے دل میں مولیٰ ہے میں فوراً خوشبو سونگھ کر بتا دیتا ہوں۔

شمس الدین تبریزی کی پہلی ہی ملاقات میں مولانا جلال الدین رومی نے بتا دیا کہ حضرت آپ کی آنکھیں بتاتی ہیں کہ آپ اللہ والے ہیں۔ مگر شرط یہ ہے کہ آپ کے اندر طلب ہو، آپ میں بھی اخلاص ہو تب آپ اللہ والے کو پہچانیں گے، اگر طلب نہیں ہے، پیاس نہیں ہے تو برف ڈالا ہوا بہترین شربت روح افزا موجود ہے لیکن کسی کو بالکل پیاس نہیں ہے، ڈبل نمونیہ ہے، کھانسی بھی آ رہی ہے اور منہ میں بلغم بھرا ہوا ہے اگر آپ اس کو شربت پیش کریں گے تو کہے گا مولانا معاف کیجئے مجھے یہ بالکل مرغوب نہیں ہے۔

ایسے ہی آج اللہ و رسول کی طرف رغبت نہ رکھنے والے غفلت کے کینسر میں مبتلا ہیں، اللہ اور رسول سے غفلت کا ڈبل نمونیہ، دنیا کی محبت کا ڈبل نمونیہ اور کینسر ہے جس سے آج ان کو اللہ اور رسول سے، مسجد سے اور اللہ والوں سے گھبراہٹ ہوتی ہے، ڈاڑھی والوں کو دیکھ کر کہتے ہیں کہ ارے اللہ بچائے ان ڈاڑھی والوں سے۔ آہ! یہ کیسا ایمان ہے؟ اور جس کو پیاس ہوتی اس کو اللہ کی محبت میں زمین سے آسمان تک شربت روح افزا بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے اور شربت روح افزا کیا چیز ہے اس کو محبت میں ایسی لذت ملتی ہے جس کو الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک بستی میں ایک شخص گیا اور کہنے لگا کہ اس گاؤں میں ہلدی کیا بھاؤ ہے؟ ایک بڑے میاں نے کہا کہ ہلدی کا کوئی بھاؤ نہیں ہوتا جتنی چوٹ پرائے یعنی چوٹ میں جتنا درد ہوتا ہے اتنا ہلدی کا دام بڑھ جاتا ہے۔ تو جس کو اللہ کی محبت کی پیاس ہوتی ہے وہ اللہ والوں کی جوتیاں سر پر رکھ لیتا ہے۔

مولانا رومی کی فنائیت

مولانا رومی زکوٰۃ اور صدقہ فطر کھانے والے نہیں تھے، سلطان وقت شاہ خوارزم کے سگے نواسے تھے۔ دوستو! قیمتی لباس میں رہنے والے جلال الدین رومی نے اللہ کی محبت میں شمس الدین تبریزی کو جب شیخ بنایا تو ان کا بستر، پیالہ، چکی سر پر رکھ کر ان کے پیچھے پیچھے دوڑنے لگے لیکن پھر اللہ نے ان کو اس مٹانے اور تواضع پر کیا دیا؟ اللہ نے ان کی زبان سے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار کہلائے کیونکہ شمس الدین تبریزی نے خدا سے دعا کی تھی کہ اے خدا مجھے کوئی ایسا بندہ عطا فرما کہ تیری محبت کی جو آگ میرے سینے میں ہے میں اس کو منتقل کردوں کیونکہ مجھے اپنی موت قریب نظر آتی ہے، ایسا نہ ہو کہ تیری محبت کی یہ قیمتی امانت قبر میں دفن ہوجائے۔ تو آسمان سے آواز آئی کہ اے شمس الدین! قونیہ جا، وہاں میرا ایک بندہ جلال الدین ہے جو میری پیاس اور طلب رکھتا ہے، اس کے سینے میں میری محبت کی آگ کو منتقل کردے۔ اور وہ آگ ایسی منتقل ہوئی کہ اس سے ساڑھے اٹھائیس ہزار اشعار پیدا ہوئے جن میں محبت کی آگ بھری ہوئی ہے۔ آج ساری دنیا کے بڑے بڑے علماء مولانا رومی کے اشعار کو اپنی مجالس، اپنے مواعظ، اپنی تصانیف کی زینت بناتے ہیں۔

اکابر علماء کی اہل اللہ سے استفادہ کی مثالیں

مولانا رومی نے شرم نہیں کی کہ میں بخاری پڑھاتا ہوں، میں معقول اور منقول کا جامع اتنا بڑا عالم ہوں میں کیوں کسی اللہ والے کی جوتیاں اُٹھاؤں؟ مولانا قاسم نانوتوی کو شرم نہیں آئی، مولانا رشید احمد گنگوہی کو حیا نہیں آئی، حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ کو شرم نہیں آئی حاجی امداد اللہ صاحب کی جوتیاں اٹھاتے ہوئے۔ آج جو شرح جامی اور کنز الدقائق پڑھ لیتا ہے وہ بھی اللہ والوں کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی وجہ ہے کہ قربانی کی کھال کے پیچھے ان کو گالیاں مل رہی ہیں۔

میں پوچھتا ہوں کہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی قربانی کی کھال لینے گئے تھے؟ مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کسی کے دروازے گئے تھے؟ شاہ ولی اللہ محدث گئے تھے؟ جن علماء نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسی عزت دی کہ امیروں کو ان کے دروازے پر بھیجا، وہ کسی کے دروازے پر نہیں گئے۔

اہل اللہ سے استغناء کی سزا

لیکن یہاں بعض اہل علم کو اللہ والوں کی جوتیاں اٹھانے میں تو ان کے لیے عار ہے لیکن مالداروں کی جوتیاں اٹھانے میں عار نہیں ہے، کوئی مالدار کان میں کہہ دے کہ چلیئے فیکٹری آپ کو دس ہزار روپے دوں گا تو یہ جھاڑو بھی لگا لے گا لیکن یہ وہ ہے جو اللہ والوں سے اعراض کرتا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ چمگادڑ نے آفتاب سے دشمنی کی اور کہا کہ اے سورج تجھ سے مجھے دشمنی ہے اور تیری روشنی سے بھی مجھے دشمنی ہے۔ تو اُس پر کیا عذاب آیا؟ آفتابِ ظاہری کی دشمنی میں اس پر یہ عذاب آیا کہ اندھیرے

میں اُلٹا لٹکا ہوا ہے، جتنے چمگادڑ ہیں وہ سب اندھیرے میں الٹے لٹکے ہوئے ہیں، سر نیچے ہے پیر اوپر۔ اور وہ ایک ہی منہ سے کھاتا ہے اور اسی سے ہگتا ہے، امپورٹ ایکسپورٹ کا ایک ہی دروازہ ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جس طرح خدا نے اپنے ظاہری آفتاب کی نعمت کے دشمنوں کو اُلٹا لٹکا رکھا ہے۔ اسی طرح جو اہل اللہ کے دشمن ہیں، انبیاء علیہم السلام کے دشمن ہیں، اللہ والوں کی حقارت و توہین کرتے ہیں وہ بھی ہدایت کے نور سے محروم ہیں اور ضلالت و گمراہی کے اندھیرے میں اُلٹے لٹکے ہوئے ہیں، ہدایت کا راستہ ان کو نہیں ملتا، اللہ تک پہنچنا ان کو نصیب نہیں ہے۔ کبر، حبِّ دنیا، حبِّ جاہ، حبِّ مال، حبِّ نام ہزاروں بیماریوں میں مبتلا ہیں مگر افسوس کہ ان کو اپنی بیماری کا احساس بھی نہیں ہے۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ جزائے خیر دے اور ان کی قبر کو نور سے بھر دے کیا پیارا شعر اپنی مجلس میں سنایا تھا کہ اللہ سے ملنے کا ایک ہی راستہ ہے ۔

ان سے ملنے کی ہے یہی ایک راہ
ملنے والوں سے راہ پیدا کر

اور ایک اور شعر میں فرماتے ہیں ۔

اُنہی کو وہ ملتے ہیں جن کو طلب ہے
وہی ڈھونڈتے ہیں جو ہیں پانے والے

دوستو! میں یہی کہتا ہوں کہ آج بھی آپ کے کراچی کے مولانا تقی عثمانی محدث ہیں، مولانا رفیع عثمانی محدث ہیں، ان بڑے بڑے حدیث کے اساتذہ نے ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیاں اُٹھائی ہیں، کیوں؟ اپنی اصلاح کے لیے۔ نفس مٹتا ہی اسی سے ہے، نفس کے مٹنے کی بجز اس کے کوئی شکل نہیں۔

موت سے پہلے آخرت کی تیاری کرلیں

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ زندگی کا کچھ بھروسہ نہیں، کوئی جوان ہے، کوئی ادھیڑ عمر کا ہے، کوئی ستّر سال کا بڈھا ہے، قبرستان میں ہر عمر کے لوگ سوئے ہوئے ہیں۔ سترہ سال کی جوانی میں میرا ایک دوست دنیا سے انتقال کرگیا۔

نہ جانے بلالے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

لہٰذا جلدی جلدی فکر کرلو، اللہ تعالیٰ نے ہم کو جو یہ جسم دیا ہے یہ اپنی عبادت کے لیے دیا ہے، ایک دن یہ جسم زمین میں دفن ہونے والا ہے، مرنے کے بعد قبر میں گرمیوں میں چوبیس گھنٹے اور سردیوں میں بہتّر گھنٹے کے بعد یہ جسم پھٹ جائے گا اور کیڑے ہمارے اعضاء کو کھانا شروع کردیں گے۔ لہٰذا ہر وقت اپنے جسم کی مانگ پٹی ہی میں نہ لگے رہو۔ جلدی جلدی اس جسم سے محنت کر کے اللہ کی محبت حاصل کرلو، اللہ والی زندگی اختیار کرلو۔ ان گالوں کو کیڑے کھانے والے ہیں لہٰذا ان گالوں پر ڈاڑھیوں کو جمالو تاکہ اللہ و رسول خوش ہوجائیں، آخر ایک دن تو یہ چیز آپ سے چھننے والی ہے، گالوں کی یہ زمین بھی چھن جائے گی، یہ کھیتی چند دن کے لیے ملی ہے۔

غافل دِلوں کے لیے موت کا مراقبہ اکسیر ہے

اس کے لیے روزانہ قبر کا مراقبہ کیجئے ان شاء اللہ اصلاحِ نفس میں اکسیر پائیں گے، ایک دو منٹ آنکھ بند کر کے سوچ لیجئے کہ میں مرگیا ہوں، اعلان ہورہا ہے کہ فلاں کا جنازہ پڑھ کے جایئے گا۔ بتایئے! سب کو یہ دن دیکھنا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد تصور کیجئے کہ میں کفنایا جارہا ہوں نہلایا جارہا ہوں اور نمازِ جنازہ بھی ہوگئی اب قبرستان لے گئی اور قبر میں ڈال دیا پھر تختے لگا

دیئے گئے اور کئی من مٹی ڈال کر چلے گئے، تین دن سردیوں میں اور چوبیس گھنٹے گرمیوں میں جسم پھول رہا ہے، پھٹ رہا ہے اور آنکھوں کو ہزار ہزار کیڑے لیے ہوئے جا رہے ہیں، جن آنکھوں سے آج بدنگاہی ہو رہی ہے، قبر میں دس ہزار کیڑے ان آنکھوں کو لیے گشت کریں گے۔

دوستو! اس لیے عرض کرتا ہوں کہ اپنی زندگی کو اللہ والی زندگی بنا کر، عیشِ دونوں جہاں لے لیجئے، یہ نہ سوچئے کہ مُلّا ہم کو آخرت کی اُدھار لذت پر نقد لذت سے محروم کر رہا ہے، نہیں، نافرمانی کی لذت ایک خواب کی طرح ہے اس کے بعد نافرمان بس عذابِ یقینی میں مبتلا ہے، ساری دنیا میں جن لوگوں نی غیر اللہ سے دل لگا رکھا ہے کسی کو چین نہیں ہے۔ پہلے ایک جمعہ کو عرض بھی کر چکا ہوں کہ دس دن بادشاہوں کے پاس رہ لو، دس دن رومانٹک والوں میں مثلاً وی سی آر، سینما، حسینوں کے چکر والوں میں رہو اور دس دن کسی اللہ والے کے پاس رہ کر دیکھ لو، بخدا میں مسجد کے اندر اللہ کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ آپ بادشاہوں کے پاس چین نہیں پائیں گے، مالداروں کے پاس چین نہیں پائیں گے، وی سی آر اور سینما والوں کے پاس چین نہیں پائیں گے مگر خانقاہوں میں، صالحین کی صحبتوں میں، اللہ والوں کی صحبتوں میں اور اللہ والوں کے غلاموں کے پاس چند دن رہیں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کا دل قسم کھائے گا کہ واللہ ان کے پاس تو ایسا چین ہے کہ دوسرے پریشان حال لوگ بھی ان کے پاس آکر سکون پا جاتے ہیں۔ جیسے ریفریجیٹر میں گرم پانی کی بوتل بھی ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔

تجربہ کر لو کہ اللہ سے جو بھی جتنا دور ہے وہ دنیا میں اتنا ہی پریشان اور مخبوط الحواس ہے اور جن لوگوں نے اللہ سے کچھ قریب ہو کر دیکھا انہوں نے اپنے دل میں سکون پایا۔ آج میرے پاس ایسے لوگ بھی ہیں کہ جن کی پہلے

ڈاڑھیاں نہیں تھیں اب رکھ لیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو سینما اور وی سی آر کے چکر میں تھے اب توبہ کرلی، میں نے ان سے کہا کہ تم کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم اُس زمانے میں چین سے تھے یا خدائے تعالیٰ کی فرمانبرداری میں تم کو چین مل رہا ہے تو انہوں نے کہا کہ واللہ ثم واللہ ثم واللہ پہلے خدا کی نافرمانی میں عذاب میں مبتلا تھے، چین تو اب ملا ہے جیسے جہنم سے جنت میں آگئے، جب بچہ ماں کی گود میں، مچھلی پانی کی گود میں اور بندہ اللہ کی رحمت کی گود میں پہنچتا ہے تب اسے چین ملتا ہے، تب وہ سمجھتا ہے کہ ہاں اب چین ملا۔ بس یہی عرض کرتا ہوں کہ بار بار اپنی موت کو یاد کرو۔

نہ جانے بلا لے پیا کس گھڑی
تو رہ جائے تکتی کھڑی کی کھڑی

ابھی جو لوگ مشورہ لینے کی بھی ہمت نہیں کرتے ان سے یہی کہتا ہوں کہ کم از کم آج ہی سے لا الٰہ الا اللہ کی تسبیح شروع کردو، کم سے کم اتنا تو کرکے دیکھو، یہ شامی کباب کھا کر تو دیکھو اور جب لا الٰہ کہو تو یہ مراقبہ کرو کہ میری لا الٰہ عرشِ اعظم تک چلی گئی ہے۔ یہ مشکاۃ شریف کی حدیث ہے:

((لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَيْسَ لَهَا حِجَابٌ دُوْنَ اللّٰهِ حَتّٰى تَخْلُصَ اِلَيْهِ))

(مشکاۃُ المصابیح، کتاب الدعوات، باب ثواب التسبیح والتحمید، ص: ۲۰۲)

کوئی صاحب دیکھنا چاہیں تو دیکھ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بشارت دیتے ہیں کہ جب لا الٰہ کہو تو سمجھ لو کہ میری لا الٰہ عرشِ اعظم تک چلی گئی۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ